نیک عمل

ایم۔ اے کنول جعفری

127/2، جامع مسجد، نینڈرو، تحصیل دھامپور، ضلع بجنور (یوپی) 246761، موبائل: 09917767622

دِن ڈھلے دفتر سے لوٹے خالد کا مسرت سے لبریز چہرہ دیکھ کر نبیلہ کا چہرہ بھی کھل اُٹھا۔ اس سے قبل خالد جب بھی گھر میں قدم رکھتے، چہرے پر مسکراہٹ لیے نبیلہ شوہر کا استقبال کرتی تھی۔ گزشتہ تیس برس سے اُس کا یہی معمول تھا۔ دِن بھر فائلوں کے اوراق اُلٹنے اور کام کاج کے ساتھ دماغ ماری کے سبب ہونے والی تکان نبیلہ کے مسکراتے چہرہ پر نظر پڑتے ہی بہت حد تک دور ہو جاتی۔

ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی نبیلہ آگے بڑھتی، خالد کا استقبال کرتی اور اُن کے ہاتھ سے بیگ لے کر نزدیکی ٹیبل پر رکھ دیتی۔ جسم سے کوٹ اُتارنے میں مدد کے ساتھ خالد ایک زوردار انگڑائی لیتے اور پھر ڈھیلے بدن صوفہ پر پسر جاتے۔ نبیلہ خالد کے سامنے بیٹھتی، جوتوں کے تسمے ڈھیلے کرتی، جوتے اُتارتی اور پھر پیروں پر چڑھے موزے نکالنے لگتی۔ جوتے اُتارتے ہی موزوں سے نکلنے والی بدبو کا بھبھکا اُس کی ناک میں گھس جاتا۔ اُسے متلی کا سا احساس ہوتا، لیکن سمجھوتہ پسند نبیلہ نے خود کو ذہنی طور پر اس کام کے لئے مکمل طور پر مضبوط کر لیا تھا۔ کچھ دیر ناک بند رکھتی اور پھر جلدی سے جوتے موزے ہٹا کر اُنھیں اُن کی مخصوص جگہ پر رکھ آتی۔ کام سے فراغت پا کر نبیلہ کچن میں گھس جاتی۔ جلدی سے گرما گرم چائے بناتی، کچھ سینڈوچ تیار کرتی اور اُنہیں قرینہ سے ٹرے میں لے کر میز پر لا رکھتی۔ چائے کا ایک کپ خالد کی طرف بڑھا دیتی اور دوسرا کپ اپنے ہاتھ میں تھام کر دھیرے دھیرے چائے سِپ کرنے لگتی۔ بیوی کے ساتھ ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے خالد کچھ دیر آرام کرتے اور پھر نہا دھو کر گھومنے کے لئے گھر سے باہر نکل جاتے۔ کبھی کبھی گھر کے لئے کچھ ضروری سامان کی خریداری کرنی ہوتی یا پھر کوئی پُرانی فلم دیکھنے کا موڈ بنتا، تو نبیلہ بھی تیار ہو کر خالد کے ساتھ باہر چلی جاتی۔

ایسا پہلی بار ہوا، کہ خالد دفتر سے ہی بے حد خوش و خرم موڈ میں لوٹے۔ اس کے باوجود نبیلہ نے حسبِ معمول اپنے کام کو انجام دیا۔ اُس نے چائے کا کپ شوہر کی جانب بڑھاتے ہوئے کچھ اِس انداز میں دیکھا، جیسے وہ چہرے پر اُبھرے گلستاں میں لہلہاتے پھولوں کی خوشبو کو قید کرنے کے لیے بیتاب ہو۔ خالد بھی اپنے آپ کو نبیلہ کی آنکھوں میں اُبھرے سوال کو پڑھنے سے نہیں روک سکا۔

آخر کار تھوڑے سے توقف کے بعد خالد نے راز سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہا، ''نبیلہ! تم جانتی ہی ہو کہ میں نے اپنی پوری زندگی روپیہ کمانے کی تگ وتاز میں گزار دی۔ وجوہات سے بھی تم اچھی طرح واقف ہو۔ تمھارے علم میں یہ بھی ہے کہ ہمیں روپیوں کی کس قدر ضرورت رہی۔ گھر کے آنگن میں معصوم بیٹے کی گونجتی کلکاریاں ہمارے لیے باعث مسرّت تھیں۔ خاندان کے وارث کے روپ میں ہمارا کام ایک بیٹے سے چل سکتا تھا، لیکن تمہیں اس کی جوڑی دار درکار تھی۔ تم دوسرے بیٹے کی اپنی دیرینہ خواہش کو نہیں روک پائیں۔ تمہارے ساتھ میں بھی پیار و محبت کے دھارے میں بہتا چلا گیا۔ تمہاری دِلی تمنّا کو عملی جامہ پہنانے کے خواب کا حصہ بن گیا لیکن باری تعالیٰ کی عظیم ذات کو یہ منظور نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کر چار بیٹیوں نے گھر کے چاروں کونوں کو منور کر دیا۔ پانچ بچوں کی اچھی پرورش اور بہتر تعلیم و تربیت کی ذمّہ داریوں کا بوجھ تو کندھوں پر تھا ہی، ان کی شادی اور ضروریات کے پہاڑ کو عبور کرنے کا چیلنج بھی سامنے موجود تھا۔''

اِس سے پہلے کہ نبیلہ کچھ سمجھ یا کہہ پاتی، خالد نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ''اَللہ تبارک وتعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان وانعام رہا کہ اُس نے ماجد کو تعلیم مکمل کرتے ہی نہ صرف اُسے باوقار نوکری پر پہنچا دیا، بلکہ ایک اچھے خاندان میں اس کی شادی بھی بروقت ہو گئی۔ تیزی کے ساتھ تبدیل ہوتے معاشرے کے حالات اور جنون کی حد تک بدلتے نظریات کے دَوران جہیز کے بھاری ذخیرے اور چار پہیوں کی گاڑیوں کے ساتھ چاروں بیٹیاں اچھے، پڑھے لکھے اور متمول گھرانوں میں بیاہی گئیں۔''

''اس میں نیا کیا ہے؟ بچّوں کے بہتر اور شاندار مستقبل کے لئے سبھی ماں باپ ایسا کرتے ہیں۔ ہم نے بھی مقدور بھر قربانی دی ہے۔ اپنے بچّوں کی خوشحال ازدواجی زندگی سے ہم پوری طرح مطمئن ہیں۔ ہمیں اور چاہئے بھی کیا؟؟'' نبیلہ بیچ میں لقمہ دینے سے خود کو نہ روک سکی۔

''یہ بات آئینہ کی طرح صاف اور چمکتے ستاروں کی طرح سچ ہے کہ بچّوں کی طرف سے ہم پوری طرح مطمئن اور خوش ہیں، لیکن اس کے باوجود دِل کے ایک گوشہ میں ایک ٹیس بھی ہے، جو بچھو کے ڈنک کی طرح مجھے ستاتی رہتی ہے۔'' خالد نے جملہ پورا کرتے ہوئے گہری سانس لی۔

''ٹیس! کیسی ٹیس؟ بتایئے نہ، کیا بات ہے؟ آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں! بتایئے نہ کیا بات ہے؟'' اسی کے ساتھ نبیلہ کے چہرے پر بے چینی کی لکیریں اُبھر آئیں۔

خالد نے وضاحت کرتے ہوئے کہا، ''نبیلہ! تمھیں شاید علم نہیں کہ ترقّی کے جس مقام پر میں آج ہوں، اُسے حاصل کرنے کے لیے جو راہ اختیار کی گئی، اُسے کسی بھی صورت میں ٹھیک نہیں کہا جا سکتا۔ تم ہی بتاؤ، بے ایمانی کی چمک، چوری کی کھنک، جھوٹ کی دھنک، فریب کی مہک اور رشوت کے دلکش بازار سے ہو کر منزلِ مقصود تک جانے والا راستہ کیا جائز ہو سکتا ہے؟''

''آپ کی یہ فلسفیانہ باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ کوشش کے باوجود میں سمجھ نہیں پا رہی ہوں کہ آخر آپ کے کہنے کا منشا کیا ہے؟ اِس طرح کے پُر پیچ الفاظ آپ کی زبان سے پہلے کبھی نہیں نکلے۔ ہاں! میں سچ کہہ رہی ہوں!!'' نبیلہ نے خالد کے چہرے پر اپنی معصوم نگاہیں گڑا دیں۔

''نبیلہ، کیا تم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت کی کہ ریلوے کے ایک افسر کو ملنے والی ماہانہ تنخواہ میں بچّوں کی عمدہ پرورش، بہترین تعلیم، اعلیٰ تربیت اور ماڈرن سطح کی شاندار شادیاں ممکن تھیں؟ نہیں! قطعی نہیں!! یہ سب کرنے کے لئے مجھے اپنے ضمیر کا گلا گھونٹنا پڑا۔ سماج کو کھوکھلا کرنے والے بدعنوانوں کے ہاتھوں خود کو گروی رکھنا پڑا۔'' خالد نے یہ کہتے ہوئے خود کو صوفہ کی پشت سے ٹکا دیا۔ نگاہیں کمرے کی چھت پر ٹک گئیں۔ پردۂ سیمیں پر ماضی کے واقعات ایک ایک کر کے اُس کی نظروں کے سامنے سے گزرنے لگے۔

تیس برس پہلے، جب خالد نے ریلوے ڈپارٹمنٹ میں بطور اسٹیشن انچارج سروس جوائن کی تھی، تب اُس کے فہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بڑھتی ضروریات کا چشمہ آنکھوں پر لگتے ہی ریلوے ٹریک کی آپس میں کبھی نہ ملنے والی سیدھی پٹریاں، نہ صرف کہیں دور ملتی نظر آئیں گی، بلکہ وقت کی مار سہتے ہوئے خمدار بھی ہو جائیں گی۔ سروس جوائن کئے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ تھی۔ شام کو ڈیوٹی ختم ہونے سے کچھ دیر قبل اسسٹنٹ نے آفس میں آ کر ایک لفافہ اُس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ کھلے لفافہ میں روپیہ دیکھ کر وہ چونک گیا۔ اُس نے وضاحت طلب نظروں سے مسکراتے ہوئے معاون کی جانب دیکھا۔

''اِس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے والے صاحب نے آپ کو اس بابت کچھ بتایا نہیں! صاحب یہ اس کرسی کی اضافی آمدنی ہے۔ ریلوے ڈپارٹمنٹ میں کمائی کے کئی ذرائع ہیں۔ کوئلے اور ڈیزل کی معمولی چوری سے لے کر کئی قسم کے بڑے کارنامے اَوور انکم سے جڑے ہیں۔ نیچے سے لے کر اُوپر تک کئی افسر اس ریکٹ میں شامل ہیں۔'' اتنا کہہ کر معاون کمرے سے باہر نکل گیا۔

خالد ہاتھ میں لفافہ لئے کافی دیر تک سوچتا رہا۔ وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اِس ناجائز رقم کو قبول کرے یا پھر واپس کر دے۔ نئی نوکری۔ پہلا مہینہ۔ فاضل انکم۔ بغیر ہاتھ پیر ہلائے دس ہزار روپیہ کی زائد آمد جہاں کئی گھریلو ضروریات کو پورا کر سکتی ہے، وہیں مہینہ کی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ مستقبل کے لیے بچایا جا سکتا ہے۔ روپیہ لوٹائے تو اعلیٰ افسر کی ناراضگی اور پھر تبادلہ پر تبادلہ، لیکن یہ تو بے ایمانی ہے۔ دین اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ نہیں! نہیں!! وہ یہ غلط راستہ نہیں اپنا سکتا۔ اُسے یہ راستہ چھوڑنا ہوگا۔ ہر حال میں چھوڑنا ہوگا۔ حلال روزی کو بے ایمانی کی کمائی سے خراب کرنا کسی بھی شکل میں مناسب نہیں ہے۔ وہ شش و پنج میں کافی دیر تک دیوار گھڑی کے پینڈولم کی طرح کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر ہچکولے کھاتا رہا۔

اور پھر فیصلہ کی گھڑی آ گئی۔ تذبذب ختم ہو گیا۔ تخیّلات کے جنگل میں کھڑا شیطان ایمانداری کے اعصاب پر حاوی ہو گیا۔ اُس نے دیکھا کہ بے ایمانی کی نقرئی چادر ڈالنے میں کامیاب، مسکراتا فریبی چہرہ خلا میں غائب ہو گیا۔ اُس کے وجود پر شیطانی طاقت غالب آ چکی تھی۔ خالد اپنی کرسی سے اُٹھا اور حرام کی پہلی کمائی کا لفافہ اپنی پینٹ کی پچھلی جیب میں رکھ کر دفتر سے باہر نکل گیا۔

سیدھے سادے انسان کے اندر گھسی غیر انسانی قوّت کے مزید طاقتور ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ اِس درمیان کنبہ بڑا ہوتا گیا۔ بچّوں کی پرورش، تعلیم و تربیت اور اُن کی بروقت شادی کے فرائض سے سبکدوش ہونے کے بعد کئی برس بڑے سکون سے گزر گئے۔ لفافے آنے کا سلسلہ اَب بھی جاری ہے۔ یہ بات الگ کہ وقت کے ساتھ ان کا وزن بڑھ گیا۔

نبیلہ کو صرف روزہ، نماز، قرآن اور گھر کی ذمّہ داریوں سے مطلب تھا۔ اُس کے پاس ان سے باہر نکلنے کا وقت ہی نہیں تھا۔ آخری ایام میں فرصت ملی بھی، تو اس سمت سوچنے کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ اس نے اپنی ماں کو ناشتہ و کھانا بنانے سے لے کر گھر کی صاف صفائی و دیگر ضروری کام کاج کو بڑے سلیقہ کے ساتھ کرتے دیکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اُس نے نہ صرف شوہر کی خوشی و خدمت کو فوقیت دی، بلکہ حقوق العباد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بچّوں کی بہترین تربیت میں بھی کسی طرح کی کور کسر نہیں چھوڑی۔

خالد نے آج جس طرح کی باتیں کیں، اس طرح کے کلمات ان کی زبان سے پہلے کبھی نہیں نکلے۔ خالد کبھی چھت کو گھورنے اور کبھی دروازے کی سمت دھیان کر کے باہر جھانکنے میں مشغول تھے۔ نبیلہ، خالد کی حیران کن کہانی سن کر پریشان تھی۔ خالد جو کہہ رہے ہیں، اگر وہ سچ ہے تو ایسا قطعی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ بے ایمانی کے گھی میں تر بریانی سے ایمانداری کی روکھی سوکھی روٹی پر یقین رکھنے والی نبیلہ ٹھگی رہ گئی۔ اگر اُسے پہلے یہ معلوم ہو جاتا، تو وہ خالد کو سمجھا

بجھا کر غلط راستہ پر جانے سے روک دیتی۔

خالد اپنے خیالات کے سمندر میں پیدا ہوئے بھنور سے باہر نکلنے کی جستجو میں ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ اُس نے خالد کو ماضی کے جھروکوں سے حال کے آنگن میں کھینچ لانے کے لئے زور کی چیخ ماری، ''خالد! یہ تم نے اچھا نہیں کیا! اپنی پاک اور بے داغ زندگی کو داغدار بنا لیا۔ تمہیں اپنی آخرت کے بارے میں تو سوچنا چاہئے تھا۔''

نبیلہ تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں قصوروار ہی نہیں، بلکہ گنہگار بھی ہوں، لیکن شکر ہے اُس خداوند قدوس کا جس نے مجھے اپنے گناہ کی تلافی کرنے کے لیے ایک موقع مرحمت فرمایا۔ تمہیں یاد ہے کہ کئی مہینہ قبل ایک نوجوان ہمارے گھر آیا تھا۔ اُس کی بیوہ ماں بھی اُس کے ساتھ تھی۔ اُس کا باپ ریلوے ڈپارٹمنٹ میں نوکر تھا۔ ڈیوٹی کے دوران ایک حادثہ میں اُس کی موت ہوگئی تھی۔

ہاں!! مجھے یہ تو یاد ہے کہ ایک نوجوان اپنی والدہ کے ساتھ ہمارے یہاں آیا تھا، لیکن اُس کے آنے کی وجہ سے میں بے خبر ہوں۔ اتنا ضرور یاد ہے کہ میں نے اُن دونوں کے لیے کھانا بنایا تھا۔ گھر سے جاتے وقت وہ دونوں کافی خوش دکھائی دے رہے تھے، لیکن آپ کو اس وقت اُن کی یاد کیوں آ گئی؟

نبیلہ!! مجھے یہ قبول کرنے میں کسی طرح کی عار نہیں ہے کہ میں اپنی اس مختصر سی زندگی میں اسلام اور اُس کی تعلیمات سے کسی حد تک دُور رہا، لیکن کسی نہ کسی شکل میں اچھے کام بھی ضرور کئے۔ اپنی انگلیوں پر گنے جا سکنے والے کُل جمع وہ چند کام، جنہیں میں اچھا مانتا ہوں، ضروری نہیں کہ باری تعالیٰ کے یہاں قابلِ قبول بھی ہوں۔ اس کے باوجود اگر میں اپنی جگہ غلط نہیں ہوں تو زندگی میں ایک عمل ایسا ضرور کیا ہے، جسے بجا طور پر نیک عمل یا نیکی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ رَب نے چاہا تو کل آخرت میں یہ نیک عمل میرے کام آ سکتا ہے، میری بخشش کا سامان ہو سکتا ہے۔

''ٹھیک ہے، آپ پہیلیاں بجھاتے رہئے۔ میں تو کچن میں چلی۔ مجھے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔'' نبیلہ یہ کہہ کر اُٹھنا ہی چاہتی تھی کہ خالد نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

وہ نوجوان جو اپنی ماں کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد وہ اُن کے عوض محکمہ میں نوکری کرنا چاہتا تھا، لیکن امتحان اور انٹرویو کے زمرے سے گزرے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔ پڑھائی لکھائی میں ہوشیار نہیں ہونے کے باوجود اُس نے اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کے امتحان میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ نوجوان یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے امتحان میں کامیاب قرار نہیں دیا جا سکے گا۔ لہٰذا اُس نے شارٹ کٹ اپنایا۔ کسی طرح یہ جانکاری حاصل کر لی کہ کاپیاں جانچنے کے لیے کس شہر میں کس ممتحن کے پاس گئی ہیں۔

نوجوان نے بنا تمہید اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے صاف گوئی سے کام لیا۔ اُس نے بتایا کہ اُس کے باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ بیوہ ماں کے علاوہ اُس کی تین بہنیں ہیں۔ تینوں بہنیں زیرِ تعلیم ہیں۔ اُنھیں پڑھانے لکھانے کے بعد ان کی شادی اور گھر کے تمام تر اخراجات اُٹھانے کی ذمّہ داری اُسی پر ہے۔ اُس کے سینٹر کی کاپیاں چیک ہونے کے لیے اُن کے پاس آئی ہیں۔ اگر وہ اُسے امتیازی نمبروں سے پاس کر دیں گے، تو یہ صرف اُس پر ہی نہیں، بلکہ اس کے خاندان پر ایک ایسا احسان ہوگا، جسے تا حیات بھلایا نہیں جا سکے گا۔ اُس نے اپنے ہینڈ بیگ سے بیس ہزار روپے کی گڈّی نکالی اور ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ وہ صرف اتنے ہی روپیوں کا انتظام کر پایا ہے۔ برائے کرم انہیں قبول کر لیں۔

''بیوہ کے معصوم نوجوان بیٹے کی درد بھری داستان اور کنبہ کے لیے اُس کی ضرورت و اہمیت نے میرے ذہن و قلب میں بھونچال پیدا کر دیا۔ میں اندر دوسرے کمرے میں گیا اور کاپیوں کا بنڈل اُٹھا کر اُس کے سامنے ڈال دیا۔ اُس سے اپنی کاپی نکالنے کو کہا۔ اُسی بنڈل سے میں نے ایک خوشخط، عمدہ مواد اور صحیح جوابات کی کاپی نکال کر اُسے نقل کرنے کو دے دی۔ بیس ہزار روپے کی رقم یہ کہہ کر لوٹا دی کہ انھیں اپنی بہنوں کی شادی میں خرچ کرنے کے لیے ڈاک خانہ کے فکس ڈپازٹ میں ڈال دینا۔ نوجوان نے اصرار بھی کیا، لیکن میرے انکار پر اُس نے روپیہ بیگ میں واپس رکھ لئے۔ نوجوان نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنے کام کو انجام دیا۔ کام سے فراغت پانے پر اُنہیں اصرار کر کے کھانا کھلوایا۔ اس کے بعد ماں بیٹا شکریہ ادا کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔'' اتنا کہہ کر خالد نے گہری سانس لی۔

نبیلہ! اُس نوجوان کو اے ایس ایم کی نوکری مل گئی ہے۔ نوکری جوائن کرنے کے بعد وہ آج اسٹیشن پر آیا تھا۔ مٹھائی کے ڈبّہ کے ساتھ۔ نوکری کی خوشی اُس کے چہرے پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھی۔ بات بھی خوشی کی تھی۔ میں نے مبارک باد کے ساتھ اُسے اس کے خوشحال مستقبل کی دُعائیں بھی دیں۔

''اچھا! تو یہ ہے آپ کا وہ نیک عمل، جسے بتانے کے لیے آپ نے اتنا وقت لگا دیا۔ مجھے لگتا ہے کہ اس عمل نے آپ کو بہت حد تک سکون ہی نہیں پہنچایا، بلکہ مکمل طور پر مطمئن اور ہشاش و بشاش بھی کر دیا ہے۔ مبارک ہو! اَللہ آپ کے اس نیک عمل کو بے حد قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔'' زبان سے ان کلمات کو ادا کرنے کے ساتھ نبیلہ اُٹھی اور چہرے پر مسکان لئے کچن میں چلی گئی۔ خالد نے خوشی میں آنکھیں بند کر لیں۔

نبیلہ یوں تو خالد کے سامنے بڑی خوش دلی سے اپنے جذبات کا اظہار کر آئی تھی، لیکن وہ خود کو یہ جملہ کہنے سے بھی باز نہیں رکھ سکی کہ اگر کسی نوجوان کو نقل کرا کر پاس کرنے کا ناجائز عمل نیک عمل ہے، تو پھر بُرا عمل کیا ہے؟؟

◆◆◆